Democracy 16/3/04

جمہوری نظام کی منزل کا حصول کس طرح ممکن ہے؟

حرفِ تمنا

☆☆☆☆☆☆

ارشاد احمد حقانی

اگرچہ یہ بات بھی درست ہے کہ پاکستان کے ان پڑھ، پسماندہ، اور محروم عوام کی ایک بڑی تعداد کو آئینی اور سیاسی بحثوں میں کچھ ایسی دلچسپی نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے روٹی روزگار کے مسائل میں الجھے رہتے ہیں اور سوسائٹی انہیں اس قابل بھی نہیں بنا سکی کہ وہ اہم ملکی مسائل کا کماحقہ' ادراک حاصل کرسکیں لیکن اس سے کسی بھی ملک کے آئینی اور سیاسی نظام کی سمت درست رکھنے کی بحث کی اہمیت کم نہیں ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ ان امور میں گہری دلچسپی رکھتا ہے۔ اس کالم میں سیاسی صورتحال اور جمہوری عمل کے ارتقا کے تقاضوں پر جو بحث ہو رہی ہے اس میں پڑھے لکھے لوگ اچھی خاصی دلچسپی لے رہے ہیں۔ صحافی احمد بشیر کا دوسرا اور قانون دان فیروز شاہ گیلانی کا تیسرا خط آئے رکھے ہیں ممکن ہوا تو ان کی اشاعت بھی ہوگی لیکن آج میں کوئٹہ کے جناب اکرام احمد کا تفصیلی خط شائع کر رہا ہوں جس میں انہی امور پر گفتگو کی گئی ہے اور مجھے ان کی اکثر تجاویز سے اتفاق ہے۔ سیاسی حوالے سے میرے استدلال کے تین بنیادی اجزا یہ ہیں:

(1) پاکستان کی سیاسی کلاس پچھلے 56 سال سے بالعموم اور پچھلے چار پانچ سال کے تجربات سے بالخصوص پہلے کے مقابلے پر زیادہ جمہوری سوچ کی حامل بن چکی ہے اور آزادانہ انتخابات ہوں تو ترقی پذیر جمہوری ممالک کی سطح کی قیادت اوپر آسکتی ہے۔

(2) نواز شریف اور بینظیر ملک واپس آکر سیاسی عمل میں شرکت کریں تو جمہوری پختگی کا سفر قدرے تیز تر ہوسکتا ہے لیکن انہیں غیر جانبدار اور لائق اعتماد ججوں کی عدالت یا کمیشن میں اپنے خلاف الزامات کا سامنا کرنا چاہئے۔

(3) پاکستان میں جمہوری عمل کے ارتقا کا کوئی راستہ تدریجی اور ارتقائی عمل کے سوا نہیں ہے جن ملکوں میں جمہوری کلچر پختہ ہوا ہے وہاں یہی راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ دو تین روز پہلے ایک جرمن تھنک ٹینک کی نمائندہ تین جرمن خواتین میرے پاس آئیں۔ دو گھنٹے ان سے گفتگو رہی۔ ان میں سب سے سینئر خاتون نے برملا کہا ''ہمیں جمہوری پختگی کی موجودہ سطح پر پہنچنے میں 500 سال لگے ہیں'' آج یہ سفر طے کرنے کے لئے بلاشبہ 500 سال تو شاید درکار نہ ہوں لیکن یہ کام آن واحد میں بھی نہیں ہوسکتا۔ بہرکیف اب کوئٹہ کے جناب اکرام احمد کا مراسلہ ملاحظہ فرمائیے۔ وہ لکھتے ہیں:

''آپ کے کالم میں سیاسی نظام کے حوالے سے ایک بحث و مباحثہ جاری ہے۔ 9 اور 10/مارچ 2004ء کو سید فیروز شاہ گیلانی کا مراسلہ اور آپ کا جواب شائع ہوا۔ بینظیر اور نواز شریف کے دو دو ادوار کو دیکھا جائے تو فیروز شاہ گیلانی کا نقطہ نظر اور اعتراضات درست ہیں۔ لیکن بلاشبہ وہ یہ نہیں بتا سکے اس صورتحال سے کیسے نکلا جائے جبکہ آپ کا کہنا ہے کہ آزادانہ اور منصفانہ الیکشن ایک بہتر سیاسی قیادت سامنے لاسکتے ہیں آپ کے اس استدلال سے کوئی ذی ہوش انکار نہیں کرسکتا۔ اس بارے میں میں بھی اپنی کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

1988ء سے اب تک کی صورتحال پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ فوج کا سیاست میں ایک کردار رہا ہے اور بینظیر اور نواز شریف کو فوج سے کمپرومائز کرکے اقتدار میں آنا پڑا اور جب 1999ء میں کمپرومائز کی صورتحال برقرار نہ رہی تو نواز شریف کو اقتدار کے ایوانوں سے نکال کر پرویز مشرف آگئے اور فوج کے سیاسی کردار کو اور بڑھا دیا۔ فوج کی ساری تربیت میدان جنگ کے لئے ہوتی ہے لہٰذا سیاست اس کا میدان نہیں اور حقیقی جمہوریت کے لئے فوج کے سیاسی کردار کو ختم کرنا ہوگا یقیناً عوام ایسا ہی چاہتے ہیں لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا حل موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم آپ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے ماضی پر مٹی ڈال دیتے ہیں اور نئی شروعات کرتے ہیں۔ ان نئی شروعات کے لئے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کو ایسے اقدامات تجویز کرنے ہوں گے جن کی بدولت ملک میں ادارے قائم اور مستحکم ہوں جو درج ذیل ہوسکتے ہیں۔

(1) مکمل آزاد عدلیہ

(2) فوج کے سیاسی کردار کا خاتمہ

(3) ایجنسیوں کو پارلیمینٹ کی کمیٹی کے سامنے جوابدہ بنانا

(4) احتساب کا ایک خودکار اور موثر نظام

(5) آزاد و خود مختار الیکشن کمیشن

(6) آزاد پریس اور شفافیت کیلئے آزادیٔ اطلاعات کا قانون

(7) الیکٹرانک میڈیا جو حکومت کے کنٹرول میں ہے اسے پارلیمینٹ کی ایسی کمیٹی کے کنٹرول میں دیا جائے جو اپوزیشن اور حکومتی ارکان کی مساوی تعداد پر مشتمل ہو

(8) خواتین کے حوالے سے تمام امتیازی قوانین کا خاتمہ

(9) سیاسی پارٹیوں میں حقیقی اور لازمی الیکشن کا قانون

(10) موجودہ بلدیاتی نظام کو مزید بہتر بنا کر اسے آئینی تحفظ دینا

ان نکات اور بعض دیگر نکات جو اہل دانش تجویز کریں پر مشتمل ایک آئینی پیکیج تیار کیا جائے اور عوام سے وعدہ کیا جائے کہ وہ برسر اقتدار آکر پہلے ان آئینی اصلاحات کو منظور کریں گے۔

ان میں سے چند نکات کی وضاحت میں ضروری سمجھتا ہوں:

(1) آزاد عدلیہ: اس مقصد کے لئے یہ ضروری ہے کہ ججوں کی تقرری صدر یا وزیراعظم کی صوابدید پر نہیں ہونی چاہئے بلکہ یہ تقرری سینٹ کی منظوری سے ہونی چاہئے۔ ججوں کے ناموں پر ہائی کورٹس بارز یا سپریم کورٹ بار سے مشورے کا کوئی طریقہ وضع کرنا چاہئے۔ ججوں کے نام سینٹ میں ایسی کمیٹی کے ذریعے پیش ہونے چاہئیں جس میں اپوزیشن کے مساوی ارکان شامل ہوں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ججوں کی کسی بھی عہدے پر تقرری نہیں ہونی چاہئے۔ کسی ادارے کے ذریعے مقرر ہونے والے جج خود کو زیادہ مضبوط محسوس کریں گے۔ ججوں کے خلاف کارروائی بھی ادارہ جاتی ہونی چاہئے۔ اسی طرح پبلک سروس کمیشنوں کے چیئرمینوں، احتساب کے نظام کے سربراہ، اٹارنی جنرل اور دیگر اسی نوعیت کی تقرریاں بھی سینٹ کی منظوری سے ہونی چاہئیں۔ الیکشن کمیشن کے چیئرمین کی تقرری بھی سینٹ کے ذریعے ہونی چاہئے اور نام ایسی کمیٹی کو تجویز کرنا چاہئے جس میں اپوزیشن کو مساوی نمائندگی حاصل ہو۔

(2) مکمل آزاد پریس: اس کے لئے ضروری ہے کہ آزادیٔ اطلاعات کا موثر قانون نافذ کیا جائے اگرچہ ایک آرڈیننس جاری ہوا تھا لیکن اس پر اعتراضات ہوئے تھے۔ وہ قانون مقصد کو پورا نہیں کرتا اس میں فائلوں تک رسائی دینے کا اختیار متعلقہ افسر کو دے دیا گیا ہے جبکہ انگریز کے دور کا آفیشل سیکرٹس ایکٹ بھی موجود ہے بھلا کوئی بیوروکریٹ کب فائلوں تک رسائی ہونے دے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آفیشل سیکرٹس ایکٹ ختم کیا جائے صرف ایسی فائلوں کے علاوہ جو ملکی سلامتی کے باعث خفیہ رکھنی ضروری ہوں دیگر فائلوں تک رسائی ممکن بنائی جائے اور اگر فائل تک رسائی میں رکاوٹ ہو تو ایک عدالتی بینچ اس کا فیصلہ دو ہفتے میں کرے اور اس کا فیصلہ حتمی ہونا چاہئے۔ اشتہارات سیاسی بنیادوں پر نہیں دیئے جانے چاہئیں۔ سرکاری اشتہارات کی ادائیگی قومی خزانے سے ہوتی ہے۔ اخبارات کو حکومت کے خلاف رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ ملکی تعمیر و ترقی کے لئے ایسا ضروری بھی ہے اس صورتحال کو ختم کرنے کے لئے کوئی قانونی طریقہ وضع کرنا چاہئے۔

(3) بلدیاتی نظام: موجودہ بلدیاتی نظام کئی لحاظ سے بہتر ہے یہ بیوروکریسی کے تابع نہیں ہے تاہم اسے مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

اس نظام کو یہ آئینی تحفظ حاصل ہونا چاہئے کہ مقررہ مدت پر اس کے الیکشن ہوں گے اور ضلع کے تمام ترقیاتی و انتظامی امور منتخب نمائندوں کے تابع ہوں گے اور اگر کوئی صوبہ اپنے حالات کے مطابق کوئی تبدیلی لانا چاہتا ہے یا مجسٹریٹ مقرر کرنا چاہتا ہے تو وہ ضلع کی کونسل کو جوابدہ ہونا چاہئے۔

یہاں ایک اہم نکتہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اراکین اسمبلی و سینٹ کو ترقیاتی فنڈز دینا افسوسناک عمل ہے جس کی نشاندہی فیروز شاہ گیلانی صاحب نے بھی کی ہے۔ آخر کس ملک میں ایسا ہوتا ہے البتہ ترقیاتی حکمت عملی وضع کرنا ضرور اراکین اسمبلی اور سینٹ کا کام ہے۔ ہاں ترقیاتی کام کرانا بلدیاتی اداروں کا کام ہے۔ اراکین اسمبلی اور سینٹ کو ترقیاتی فنڈز دینے کی ریت جنرل ضیاء کے دور میں پڑی جس کا مقصد رشوت دینے سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔

ہمارے یہاں صوبوں کے حقوق کے حوالے سے بحث چلتی رہی ہے۔ آپ کے کالموں میں بھی اس بارے میں تجاویز شائع ہوتی رہی ہیں۔ صوبوں کے حقوق میں اضافہ ضرور ہونا چاہئے۔ میر غوث بخش بزنجو مرحوم کہتے تھے کہ ہم کمزور وفاق لیکن مضبوط پاکستان چاہتے ہیں دیگر قوم پرستوں کا نقطۂ نظر بھی کچھ کچھ ایسا ہی ہے لہٰذا انہیں دیوار سے لگانے کا تباہ کن عمل اب ختم ہونا چاہئے۔ اگر ہمارے ادارے مستحکم ہوں گے اور سیاسی پارٹیاں اپنے اندر کے جمہوری عمل کے باعث مضبوط ہوں گی تو یقیناً فوج کے لئے سیاست میں گنجائش نہیں رہے گی۔ آزادانہ الیکشن کے ذریعے آنے والی پارلیمینٹ بیوروکریسی میں بہتر اصلاحات لاسکے گی۔ وہ بہتر معاشی تعلیمی اور صحت کی پالیسیاں وضع کرسکے گی۔

آپ کا خیر اندیش

اکرام احمد، کوئٹہ